REVIEW OF RESEARCH
ISSN: 2249-894X
IMPACT FACTOR : 5.7631(UIF)
VOLUME - 13 | ISSUE - 4 | JANUARY - 2024

جدید اُردو ناولوں میں سماجی، معاشی اور سیاسی مسائل کی عکاسی

اظہر احمد غلام یزدانی
اسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو یشونت مہاودیالیہ ناندیڑ۔

زمانہ ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا، زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔ اس بدلتے ہوئے زمانے کے ساتھ بہت ساری قدریں بھی پامال ہوتی ہیں۔ عوام کی مزاج میں بھی تبدیلیاں آتی ہیں۔ نئی قدریں تعمیر ہوتی ہیں۔ بدلتے زمانے کے ساتھ ہی معاشرت بدلتی ہے۔ سماجی سروکار تبدیل ہوتے ہیں۔ معاشی اتار چڑھاؤ کا آنا بھی بعید از قیاس نہیں ہے۔ کل کے دولت مند آج محتاجوں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ حکومتیں تبدیل ہوتی ہیں تو ملک کے سیاسی حالات بھی بدلتے ہیں۔ بہت سارے رسم و رواج بھی زمانے کے ساتھ تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ان سارے عوامل کا اثر ادب پر بھی پڑتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہیکہ ادب سماج کا آئینہ ہوتا ہے۔ سماج میں ہونے والی تبدیلیاں ادب کا بھی حصہ بنتی ہیں۔ رہن سہن میں بھی تبدیلیں آنے لگتی ہیں۔ کہیں کہیں نفرتیں بھی منہ پھاڑنے لگتی ہیں۔ سیاست کے انداز بھی بدلتے ہیں۔ اقتدار کا حصول نفرتوں کے سہارے بھی پروان چڑھتا ہے۔ اگر حکومت اور انتظامیہ رشوت خوری، چوری چکاری، بے اصولی کے راستوں پر گامزن ہوتا ہے تو اس کا اثر ملازم پیشہ افراد پر بھی ہوتا ہے۔ تب کرپشن ایک نئے معنیٰ سے متعارف ہوتا ہے اور وہ اوپر کی آمدنی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ لوگ اسے برائی نہیں سمجھتے کیونکہ چاروں طرف یہی سب کچھ دکھائی دیتا ہے۔

اتفاق سے جس صدی میں ہم سانسیں لے رہے ہیں۔ وہ صدی تاریخ کی سب سے بدتر صدی ہے۔ جہاں سیاست کا جبر بھی ہے۔ رشتوں میں دراڑیں پیدا ہو گئی ہیں۔ برائی اب برائی محسوس نہیں ہوتی، مذاہب دشمنی کا سبب بن گئے ہیں۔ نفرتوں کا بازار گرم ہے۔ فساد کشت و خون عام ہو گیا ہے۔ اب ملک میں دینی عبادت گاہیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ لوگ ایک دوسرے سے ملتے ضرور ہیں۔ لیکن ان میں سچائی اور محبتوں میں خلوص کی کمی واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ لاقانونیت، انتظامیہ کی یکطرفہ کاروائی، عدلیہ بھی استھائی بنیادوں پر فیصلے کرنے لگا ہے۔

ملک میں وہ طبقہ جو لکھنے پڑھنے کا کام کرتا ہے۔ جو نثر اور نظم کا سپاہی ہو وہ جتنے بھی حالات کو دیکھتا ہے اس کا ادب بھی ان ہی حالات کا ترجمان بن جاتا ہے۔ وہ بدلتے ماحول اور اس ماحول کی روشنی میں آنے والے مستقبل کو بھی پرکھتا ہے۔ اور ادب اسی ماحول کی ترجمانی بھی کرتا ہے۔ بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں اپنی شناخت بنانے والے فکشن نگاروں کی فہرست میں ایک نہایت اہم نام جوگندر پال کا بھی ہے۔ ایک ادیب عموماً ذات پات، جماعت اور مذہب سے اوپر اٹھ کر لکھتا ہے۔ اس کا ذہن تمام تر تعصبات سے آزاد ہوتا ہے۔ اور وہ جو کچھ بھی دیکھتا ہے، سوچتا ہے اور محسوس کرتا ہے اسے ہی اپنے ادب کا حصہ بناتا ہے۔

۱) نادید :

"نادید" جوگندر پال کا ایک نہایت اہم ناول ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب جدیدیت اپنے عروج پر تھی۔ تمثیل، علامت، تشبیہات، اشاروں، کنائیوں میں ادب لکھا جا رہا تھا۔ ایسے ماحول میں جب کہ ادب ابھی ابھی جدیدیت کے خمار سے باہر نکلا تھا۔ ابھی پورے طور پر حقیقت پسندانہ

اسلوب ادب کا بیانیہ نہیں بنا تھا۔ ملک میں کانگریس کی حکومت تھی لیکن ار ایس ایس اور ہندو مہا سبھا نے اپنے جال بچھانا شروع کر دیا تھا۔ اور نفرت کی چنگاریاں پوری طرح نہ صحیح لیکن آنکھیں کھولنے لگی تھی۔ ایسے حالات میں جوگندر پال نے ناول 'نادید' کو لکھنا شروع کیا تھا۔

یہ ناول ایک اندھوں کے گھر کے اندر آنکھیں کھولتی ہیں۔ جن کا سر براہ بھی اندھا ہے اور اس کے اطراف سارے ہی اندھے ہیں۔ بابا انہیں عزت دار زندگی جینے پر مجبور کرتا ہے۔ وہ اپنی بساط بھر روزی کماتے ہیں۔ لیکن یہ اندھے محض اندھے نہیں ہیں بلکہ یہ ملک کی وہ معصوم آبادی ہے جو آنکھیں رکھنے کے باوجود بھی ملک میں کیا ہو رہا ہے اس سے غافل ہے۔ بابا جنم سے اندھا نہیں ہے بلکہ ایک حادثے میں اس کی آنکھیں چلی گئی ہیں۔ اور پھر ایک بار وہ ایک حادثے سے گزرتا ہے اور اس بار اسے آنکھیں آجاتی ہیں لیکن وہ اندھوں کے گھر میں ان کا سر براہ بن کر رہتا ہے۔ لیکن اس راز سے پردہ نہیں اٹھاتا کہ وہ اب دیکھنے کے لائق بن گیا ہے۔

اس کی ملاقات ایک بین الاقوامی ایجنٹ سے ہوتی ہے۔ ترقی یافتہ مما لک میں اپنے مفاد کی خاطر تیسری دنیا کو کس طرح استعمال کرتے ہیں۔ یہ ایجنٹ بھی بابا کو اپنے سے قریب کرتا ہے۔

> ''اور دو تین ملاقاتوں میں مجھے معلوم ہو گیا کہ میں واقعی اندھا ہوں اور فٹ مین نے میری لاٹھی کو پکڑ کر بڑی ہوشیاری سے مجھے اپنے راستے پر ڈال لیا ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ ایک عالمی ایجنسی کا نمائندہ تھا جو مختلف سرکاروں اور لوگوں سے معقول معاوضے پر ان کی خفیہ خدمات انجام دیتا تھا۔ ہمارے ملک میں بھی نہ صرف بعض ادارے یا ان کے اراکین بلکہ گورنمنٹ اور اپوزیشن پنچوں کے بعض ممبر نجی طور پر اس کی ایجنسی کی ہدایت کے پابند تھے۔ اس نے مجھے بتایا کہ میں بھی اس کے ادارے میں شامل ہو جاؤں تو ابتدا میں مجھے پانچ سو ڈالر ماہانہ ادا کیے جائیں گے۔'' ۵۷

۵۷ : ''نادید''۔ جوگندر پال۔ پبلشر جوگندر پال۔ سنہ اشاعت ۱۹۸۳ء

رفتہ رفتہ بابا اس کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ ہندو مذہبی تنظیم بھی اسی سے وابستہ ہے اور وہ ملک میں دہشت گردی انجام دینا چاہتا ہے۔ ناول میں سماجی مسائل بھی ہیں، اندھوں کی معاشرت بھی ہے اور آخر میں کلائمکس پر یہ راز بھی کھل جاتا ہے کہ اندر دراصل اندھے نہیں بلکہ وہ معصوم عوام ہیں جن کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ ان کے سر براہ اپنے مفاد کی خاطر کیا کچھ کر رہے ہیں۔ بابا کو عقل آجاتی ہے۔ اور وہ اندھے گھر کے کنویں میں کود کر خودکشی کر لیتا ہے اور فٹ مین کے مشن کو ناکام بنا دیتا ہے۔

ادب نہ صرف حال کا آئینہ ہوتا ہے، بلکہ آنے والے زمانے پر بھی نظریں رکھتا ہے۔ یہ بات اس ناول سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ جس زمانے میں ناول لکھا گیا تب تک دہشت گردوں کا کوئی تصور ہی نہیں کر سکتا تھا لیکن جوگندر پال کی آنکھیں آنے والے حالات کو محسوس کر رہی تھی۔

عبدالصمد اس عہد کے ایک نہایت معتبر فکشن نگار ہیں۔ انھوں نے بے شمار ناولیں لکھی ہیں۔ اور ان کا ہر ناول سماج، معاشرت اور ساتھ ہی سیاست کی بدولت بدلتی قدروں کا عکاس ہے۔ انھوں نے ۱۹۸۸ء میں اپنا پہلا ناول ''دو گز زمین'' لکھا تھا۔ اس ناول میں تقسیم کے بعد یہاں پر رہنے والے مسلمانوں کی زندگی کا نقشہ نہایت صفائی کے ساتھ کھینچا ہے۔ حتیٰ کہ بنگلہ دیش کے قیام کے بعد جب بہار کے مسلمان وہاں پہنچے تو ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا وہ بھی لکھا ہے۔ اس ناول پر انہیں ساہتیہ اکاڈمی کا ایوارڈ بھی ملا ہے۔

ناول 'مہاتما' میں سیاست کی جبریت کو بیان کیا ہے۔ جو ناول 'دھمک' میں سیاست اپنے مفاد اور اپنی دکان کو چمکانے کی خاطر کسی دلتوں کو کس طرح استعمال کرتی ہیں۔ اور مسند وزارت تک کیسے اسے پہنچا کر سیاسی بازیگر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں، اسی کا احوال ہے۔ ان کے دیگر ناولوں

میں 'خوابوں کا سویرا'، 'مہاساگر'، 'شکست کی آواز'، 'یہ جہاں تیرا ہے یا میرا'، 'کشکول' جیسے ناول ہیں۔ یہاں ہم ان کے ناولوں میں سماجی بیداری، سیاسی جبریت، نفرتوں کے کھیل، کووڈ جیسی وباء، بیماری کی آڑ میں ہونے والی مفاد پرستی اور معاشرتی تغیر کا احوال بھی دیکھتے ہیں۔ یہاں ہم ان کے ایک ناول 'اُجالے کی سیاہی' کا جائزہ لیتے ہیں۔

۲) اجالے کی سیاہی :

اس ناول کے ذریعے عبد الصمد نے اپنی ناول کا موضوع مسلمانوں کے اس طبقے کو بنایا ہے جو زیادہ تر یا تو مڈل کلاس سے تعلق رکھتے ہیں یا پھر ان کا تعلق غربت کی سطح سے نیچے زندگی بسر کرتے ہیں۔ والدین خود دین کا صحیح علم نہیں رکھتے اور دنیاوی تعلیم انہوں نے حاصل نہیں کی۔ اس قسم کے افراد یا تو کہیں محنت مزدوری کرتے ہیں یا مسجدوں کے امام ہیں یا چھوٹا موٹا کوئی بزنس کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے بچوں کی بھی صحیح تربیت نہیں کرتے۔ بچے اگر اسکول بھی جاتے ہیں تو وہ کبھی پلٹ کر ان سے سوال نہیں کرتے کہ اسکول میں کیا پڑھایا جاتا ہے۔ بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو رات رات بھر گھر سے غائب رہتے ہیں۔ والدین کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ رات کو ان کے بچے کیا کرتے ہیں۔ اسکول اور کالجوں میں بھی ان بچوں کا اپنے اساتذہ سے سابقہ ہوتا ہے جو نہ تو خود محنت کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے طالب علم سے محنت کرواتے ہیں۔ ان کی کوئی رہنمائی کرنے والا بھی نہیں ہوتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہو جاتی ہے۔ جس کے باعث وہ پولیس یا قانون کے ہتے چڑھ جاتے ہیں۔ اطراف میں نفرت کا ماحول ہے جو ان بچوں کو سیدھی راہ دکھانے کے بجائے مجرم بنا دیتا ہے۔

عبد الصمد نے اس ناول کے ذریعے مسلمانوں کی سماجی معاشرتی زندگی کا نہایت سچا خاکہ کھنچا ہے۔ اور آنکھیں کھولنے والے حادثات اور واقعات کو زیر بحث لایا ہے۔ انہوں نے جہاں دنیاوی تعلیم کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے۔ دینی تعلیم پر بھی زور دیا اور اس کا ذمہ دار مسلمانوں کے پورے معاشرے کو آگاہ کیا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ سیاسی جبریت کس طرح ان کا پیچھا کر رہی ہے۔ اور ان کی زندگی آج کس کس امتحانات سے گزر رہی ہے۔

یہ ایک معاشرتی اصلاحی ناول ہے ممتاز ناقد او فکشن نگار نور الحسنین نے اس ناول کا تجزیہ کرتے ہوئے بالکل درست ہی لکھا ہے؛

''عبد الصمد کا تازہ ناول ''اجالوں کی سیاہی'' پڑھتے ہوئے اس بات کا بھی شدید احساس ہوا کہ آج ان ناولوں کی زیادہ ضرورت ہے۔ جو اصلاحی پہلو کو سامنے رکھ کر لکھا جائے۔ میری اس بات کا مذاق نہ اڑائیں لیکن غور کریں کہ ایک وہ زمانہ تھا ، جب ڈپٹی نذیر احمد اور مولانا الطاف حسین حالی نے معاشرے کی اصلاح کے لیے اس قسم کے ناول لکھے تھے۔ جن کے باعث مسلمان خصوصاً خواتین کی اصلاح ہوئی تھی۔ آج مسلمانوں کو میڈیا یا تنگ نظر بلکہ یک نظر افراد نے دہشت گرد، غدار، جاہل، ظالم اور عاشق مزاج ٹھہرانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ان الزامات کی تردید کے ساتھ ہی ساتھ ان وجوہات کو بھی تلاش کیا جائے جس کے باعث ساری قوم پس رہی ہے۔ ساتھ ہی ان کی اصلاح اور اس زندگی سے انہیں بیدار بھی کیا جائے۔'' ۵۸

۵۸ : کتاب ''اردو ناول کل اور آج''۔ نور الحسنین۔ ص۔ ۱۹۴۔ ۱۹۳۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی۔ ۲۰۱۷ء

یہ ناول مسلمانوں کی اصلاح، معاشرتی سدھار اور انھیں خود اپنا اکتساب کا احساس دلاتی ہیں۔

۱۹۷۰ء میں اپنی شناخت بنانے والے اور ۱۹۸۰ء سے ناول نگاری میں اپنا مقام بنانے والے ان ناول نگاروں میں ایک بہت اہم نام ممتاز ادیب حسین الحق کا بھی ہے۔ انھوں نے اردو ادب کو تین اہم ناول دیے اور یہ تینوں ناول خاص طور پر مسلمانوں کے ملکی آزادی کے بعد کے حالات پر لکھے گئے ہیں۔ یہ تینوں ناول جہاں ایک طرف مسلمانوں کی معاشرت، حب الوطنی، سماجی مسائل، سیاسی جبریت اور اُن پر ہونے والے ظلم وستم اور تنگ نظری کا قصہ سناتے ہیں۔ وہیں انتظامیہ اور حکومت سے بھی سوال کرتے ہیں کہ آخر ہر بار شک کی سوئی مسلمانوں پر ہی کیوں ٹھہرتی ہے؟ جبکہ تاریخ گواہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد ملک سے غداری کے مجرموں میں ایک بھی مسلمان کا نام نہیں آیا ہے۔ ہاں حب الوطنی اور ملک کے جانثاروں میں زیادہ تر ان کے ہی نام دکھائی دیتے ہیں۔

حسین الحق کا پہلا ناول ''بولو مت چپ رہو'' کا موضوع اُس مسلمان کی کہانی ہے۔ جس نے آزادی سے پہلے ہی ملک میں تعلیم کو عام کرنے کے لیے ایک اسکول قائم کیا تھا۔ وہی اس کا سرپرست اور ہیڈ ماسٹر تھا لیکن آزادی کے بعد نئے تعلیمی نظام کے تحت نہ صرف اسے اُس اسکول سے بے دخل کر دیا جاتا ہے بلکہ اس سے وہ اسکول بھی چھین لیا جاتا ہے۔ یہ صرف اشارہ ہے کہ آزادی کے بعد مسلمانوں کو علم کی دولت سے کس طرح بے دخل کیا گیا۔ اس کی خاطر تعصب اور تنگ نظری میں کس طرح ان پر روزی کے دروازے بند کر دیے تھے کہ وہ بعد میں اپنے بچوں کو بھی تعلیم سے آراستہ نہ کرسکیں۔

دوسرا ناول ''فرات'' میں مسلمانوں پر غداری کے الزامات اور پاکستان میں آباد ان کے رشتہ داروں سے خط وکتابت انھیں کس طرح غدار ٹھہراتی ہے۔ ان کی حب الوطنی کو سر عام بدنام کیا جاتا ہے۔ اور ان پر معاشرتی ومعاشی زندگی کس طرح تنگ کی جاتی اس کا احوال بیان ہوا ہے۔

حوالہ۔

۱) اُردو ناول کی تاریخ اور تنقید۔	علی عباس حسینی۔
۲) اُردو ناول کا سفر۔	ناز قادری۔
۳) ناول کا فن۔	ابوالکلام قاسمی۔
۳) ناول کا فن۔	پروفیسر عتیق اللہ۔

Azhar Ahmed Gulam Yazdani

Asst.Professor Department of Urdu

Yashwant College Nanded